سورة يونس

آيات ٩٠ - ١٠٠

وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ
قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ
قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ
النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع
وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ
الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ
اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا
كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ
تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ
عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

وَجٰوَزۡنَا بِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡبَحۡرَ فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَ جُنُوۡدُهٗ بَغۡیًا وَّعَدۡوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدۡرَکَهُ الۡغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۹۰﴾

وَجٰوَزۡنَا - اور ہم نے پار کر دیا

(ج و ز) جَاوزَ یُجَاوِزَ ، مُجَاوِزةً - پار کرنا (III)

اردو میں : جائز، متجاوز، تجاوز، جائزہ

جَاوزَ - معنی پار کرنا، اگر ب کے ساتھ آئے تو معنی پار کرانا

بِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡبَحۡرَ - بنی اسرائیل کو سمندر سے

فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَ جُنُوۡدُهٗ - تو پیچھا کیا ان کا فرعون اور اس کے لشکر نے

جُنُوۡد ، جُنۡدٌ کی جمع (لشکر، فوج)

بَغۡیًا وَّعَدۡوًا - سرکشی اور دشمنی کرتے ہوئے

بَغی سرکشی

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدۡرَکَهُ الۡغَرَقُ - یہاں تک کہ اس نے پالیا ڈوبنا

(د ر ك)

أدْرَكَ يُدْرِكُ ، إدراکًا - پانا، سمجھ لینا (IV)

قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ - تو اس نے کہا میں ایمان لایا اس کا کہ

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیۡۤ - کوئی بھی الٰہ نہیں ہے سوائے اس ہستی کے

اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ - ایمان لائے ہیں جس پر بنی اسرائیل

وَ اَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ - اور میں بھی ہوں فرمان برداروں میں سے

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

آٰلْـٰٔنَ - کیا اب (اس وقت)

آلْآنَ اصل میں ءَ اَلْآنَ ہے	ءَ - حرف استفھام	اَلْآنَ = (اَلْ + آنَ)	آنَ گھڑی

وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ - حالانکہ تو نافرمانی کرتا رہا پہلے

عَصَی يَعْصِي ، عِصْيانًا - نافرمانی کرنا

وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ - اور تھا تو فساد برپا کرنے والوں میں سے

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ - پس آج بچالیں گے تجھ کو

لِتَكُوْنَ میں لِ لامِ تعلیل

بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ - تیرے بدن کے ساتھ تاکہ تو ہو جائے

نَجَّی يُنَجِّي ، تنْجِيَةً - بچانا (II)

لِمَنْ خَلْفَكَ - ان لوگوں کے لیے جو تیرے بعد ہوں گے

خَلَف - بعد میں آنے والے لوگ

سَلَف - پہلے آنے والے لوگ

اٰيَةً - ایک نشانی

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ - اور بیشک لوگوں میں سے اکثر

عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ - ہماری نشانیوں سے غفلت برتنے والے ہیں

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَھُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ
اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ٩٠ اٰۗلْــٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ٩١ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ
لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ٩٢

اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار لے گئے پھر فرعون اور اس کے لشکر ظلم اور زیادتی کی غرض سے ان کے پیچھے چلے حتیٰ کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اٹھا "میں نے مان لیا کہ خداوند حقیقی اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے، اور میں بھی سر اطاعت جھکا دینے والوں میں سے ہوں (جواب دیا گیا) "اب ایمان لاتا ہے! حالانکہ اِس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا، اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے تاکہ تو بعد کی نسلوں کے لیے نشان عبرت بنے اگرچہ بہت سے انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں"

And We led the Children of Israel across the sea. Then Pharaoh and his hosts pursued them in iniquity and transgression until Pharaoh cried out while he was drowning: 'I believe that there is no god but Allah in Whom the Children of Israel believe, and I am also one of those who submit to Allah. (Thereupon came the response): 'Now you believe, although you disobeyed earlier and were one of the mischief-makers. We shall now save your corpse that you may serve as a sign of warning for all posterity, although many men are heedless of Our signs.

محمد اقبال

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۹۰ آٰلْـٰٔنَ
وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۹۱

بنی اسرائیل کی نجات - ایک خدائی اہتمام

- حضرت موسیٰ کا مشن دو طرفہ تھا۔ ایک، فرعون کو توحید اور آخرت کی طرف بلانا۔ دوسرے، بنی اسرائیل کو مصر سے باہر صحرائی ماحول میں لے جانا اور وہاں ان کی تربیت کرنا
- جب فرعون پر دعوت حق کی تکمیل ہوچکی تو اللہ کے حکم سے وہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے۔ صحرائے سینا پہنچنے کے لیے انہیں دریا کو پار کرنا تھا۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی رہنمائی میں دریا کے کنارے پہنچے تو اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ نے پانی پر اپنا عصا مارا۔ پانی بیچ سے پھٹ کر دائیں بائیں کھڑا ہوگیا، اور درمیان میں خشک راستہ نکل آیا۔ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل اس راستہ سے بآسانی پار ہوگئے۔
- یہ واقعہ دراصل اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھا۔ فرعون کو اس سے یہ سبق لینا چاہیے تھا کہ موسیٰ حق پر ہیں اور خدا ان کے ساتھ ہے۔ مگر اس نے دریا کے پھٹنے کو خدائی واقعہ سمجھنے کے بجائے عام واقعہ سمجھا۔ اپنے اور موسیٰ کے درمیان فرعون کو صرف دریا نظر آیا، حالانکہ وہاں خود خدا موجود تھا۔
- جس مقام سے سمندر نے بنی اسرائیل کو خشک راستہ دیا اسی مقام سے گزرتے ہوئے فرعون اپنی فوجوں کے ساتھ غرق ہوگیا غرق ہوتے ہوئے فرعون نے ایمان کا اقرار کیا مگر کہا کہ اب ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہے
- جو لوگ مصنوعی عظمتوں کے سہارے عظیم ہوتے ہیں اور جنھیں صرف اقتدار سربلند کرتا ہے اور جن کے سیرت و کردار میں کوئی حقیقی توانائی نہیں ہوتی اور جن کے پیچھے کوئی مضبوط عقیدہ سہارا دینے والا نہیں ہوتا وہ جب خدا کی پکڑ میں آتے ہیں تو وہ ایسے ہی بے بس ثابت ہوتے ہیں۔

فَالۡيَوۡمَ نُنَجِّيۡكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ ﴿۹۲﴾

فرعون کی محفوظ نعش (اس کا جسم) اللہ کی ایک نشانی اور سامانِ عبرت

- اللہ تعالیٰ کی بات فرعون کے متعلق حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ فرعون کی لاش کو غرقابی کے بعد سمندر نے قبول نہیں کیا، بلکہ عذاب الٰہی کی ایک عبرت ناک نشانی کے طور پر باہر پھینک دیا۔ ہو سکتا تھا کہ سمندر کی بے رحم موجیں اس کی نعش کو کہیں دور بہا لے جائیں اور سمندر کا پانی اس کے گوشت پوست کو گلا کر رکھ دیتا یا بحری جانور اسے نگل جاتے اور اس کا کوئی نشان تک باقی نہ رہتا۔ لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ دنیا خدائی کے جھوٹے مدعی کے ہولناک انجام کو فراموش کر دے چنانچہ موجوں کو حکم ملا اور انہوں نے اس کے بے روح جسم کو اٹھا کر ایک ٹیلے پر پھینک دیا
- جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون کے ہلاک ہو جانے کی اطلاع دی تو ان کو یقین نہیں آیا۔ کہنے لگے : فرعون نہیں مرا ہے (ان کا خیال تھا کہ وہ نہیں مر سکتا)۔ ان کا شبہ دور کرنے کیلئے اللہ نے فرعون کی لاش کو ساحل پر لا پھینکا۔ لاش سرخ اور چھوٹی تھی، بیل معلوم ہوتی تھی۔ بنی اسرائیل نے دیکھ کر اس کو پہچان لیا اور حضرت موسیٰ کی اطلاع کی تصدیق کی (امام بغویؒ)
- جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر جبل فرعون اور حمام فرعون اسی واقعے کی یادگاریں ہیں، دور حاضر میں اہل مصر کی جو ممی کی ہوئی لاشیں دریافت ہوئی ہیں، ان میں سے بھی ایک لاش کے بارے میں، جسے فرعون منفتہ (یا مفتاح) کی لاش قرار دیا جاتا ہے، عام خیال یہ ہے کہ یہ اسی فرعون کی لاش ہے۔ یہ لاش قاہرہ کے عجائب خانے میں محفوظ ہے اور زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو
- یہ واقعہ اور اس کا انجام بیان کرنے کا مقصد یہ کہ لوگ نافرمانوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور اس راہ پر نہ چلیں جس پر ان کے پیش رو چل کر بربادی و نامرادی کے گڑھوں میں گر کر ہلاک ہو چکے ہیں

رکوع 9 (آیات ۸۳ تا ۹۲)

- طاغوت مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جہاد کا تیسرا مرحلہ
- حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اور استقامت دکھانے والے بنی اسرائیل کے تھوڑے سے نوجوان (ہر انقلاب کی طرف راغب ہونے والا پہلا گروہ نوجوانوں کا ہوتا ہے۔ نوجوان زیادہ پاکیزہ دل، صاف و شفاف افکار اور انقلابی جوش و خروش رکھتے ہیں۔ مادی وابستگیوں اور مصلحت کوشی سے جڑی احتیاط سے نسبتاً آزاد ہوتے ہیں
- موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو خطاب کہ اگر تم لوگ خدا پر ایمان لائے ہو اور اپنی گفتار میں اور ایمان واسلام کے اظہار میں سچے ہو تو تمہیں اس پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہیے۔ امواج و طوفان بلا سے نہ ڈرو۔ کیونکہ ایمان اور اسلام توکل سے جدا نہیں ہے (اللہ پر توکل کرنا اور اس کی اطاعت دشمنوں کے خوف و وحشت سے نجات کا سبب ہے)
- حق کی طرف دعوت دینے اور تبلیغ کرنے میں لوگوں کے ساتھ نرم رویہ رکھنا پسندیدہ امر ہے۔
- دینی تنظیم کا ابتدائی نقطہ ۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر مصر میں رہنے والے بنی اسرائیل کیلئے رہائش کے انتظام کی ذمہ داری عائد کی گئی اور ان کی تنظیم کے لیے کچھ ایسے مکان بنانے کا حکم جہاں نماز باجماعت کا اہتمام ہو
- موسیٰ علیہ السلام کی رب سے مناجات ۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو وسیلہ بنا کر خضوع و خشوع اور اپنی ذلت کا اظہار اور پھر اس کا بار بار اعتراف، دعا کے آداب میں سے ہے۔
- فرعون اور اس کے لشکروں کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا سمندر/دریا عبور کرنا ۔ ایک خدائی اہتمام
- فرعون کی لاش کا محفوظ رہنا، اللہ کی ایک نشانی اور انسانوں کے لیے ایک سامانِ عبرت

وَلَقَدۡ بَوَّاۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مُبَوَّاَ صِدۡقٍ وَّ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡا حَتّٰی جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۳﴾

وَلَقَدۡ بَوَّاۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ - اور ہم ٹھکانا دیا بنی اسرائیل کو

بَوَّأَ يُبَوِّئُ ، تَبْوِيْئًا - جگہ دینا، ٹھکانہ دینا، (۱۱) متمکن کرنا وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ..

مُبَوَّاَ صِدۡقٍ - ایک سچائی کا ٹھکانا

مُبَوَّأ - جگہ، ٹھکانہ (مفعول)

صِدْق - سچائی (یہاں مراد سچائی، عمدگی، خوبی، خوبصورتی، استحکام، بلند مرتبت صفات ہیں

وَّ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ -اور ہم نے رزق دیا ان کو پاکیزہ چیزوں میں سے

فَمَا اخۡتَلَفُوۡا - سو نہیں اختلاف کیا انھوں نے (باہم)

حَتّٰی جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ -مگر اس وقت کہ آگیا ان کے پاس علم

اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ - بیشک تیرا رب فیصلہ فرمائے گا

قَضَى يَقْضِي ، قَضَاءً- فیصلہ کرنا

بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ - ان کے درمیان قیامت کے دن

فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ - اس میں جس میں

یَخۡتَلِفُوۡنَ - وہ اختلاف کرتے تھے

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝٩٤

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ - اور اگر تم کسی شک میں ہو

شک و شبہ کے لیے قرآنی الفاظ

شَكّ	دو نظریات میں سے کسی کو ترجیح نہ دے سکنا کم علمی کی بنا پر
شُبہ	مماثلت کی وجہ سے دو یا زیادہ چیزوں میں تمیز نہ کر سکنا
رَيْب	ایسا شک جس میں اضطرار اور خلجان شامل ہو
لَبْس	دو نظریات کو ایسے ملا کر مشتبہ بنا دینا کہ کسی کی تمیز نہ ہو
مَرِيْج	متفرق خیالات کے آنے جانے سے شک میں رہنا

مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ - اس کے بارے میں جس کو ہم نے اتارا آپ کی طرف

فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ - تو آپ پوچھیں ان سے جو

يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ - پڑھتے ہیں کتاب کو

(ق ر أ) قَرَأَ يَقرَأ ، قِراءةً وقُرْآنًا- پڑھنا

مِنْ قَبْلِكَ - آپ سے پہلے سے

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾

لَقَدْ جَآءَكَ - یقیناً آ چکا ہے آپ کے پاس

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ - حق تمہارے رب کی طرف سے

فَلَا تَكُوْنَنَّ - پس نہ تم ہو جاؤ

نّ - ن تاکید (نون ثقیلہ)

مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ - شک کرنے والوں میں سے

(م ر ي)

اِمتَرٰی یَمْتَرِي ، اِمْتِرَاءً - شک کرنا (VIII)

مُمْتَرٍ - شک کرنے والا (مُمْتَرِين جمع)

وَلَا تَكُوْنَنَّ - اور ہرگز نہ ہونا

مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا - ان میں سے جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - اللہ کی آیات (نشانیوں) کو

فَتَكُوْنَ - ورنہ آپ ہو جائیں گے

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ - خسارہ اٹھانے والوں میں

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُم مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا
فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾ فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتٰبَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٩٥﴾

ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا دیا اور نہایت عمدہ وسائل زندگی انہیں عطا کیے پھر انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا مگر اُس وقت جبکہ علم اُن کے پاس آ چکا تھا یقیناً تیرا رب قیامت کے روز اُن کے درمیان اُس چیز کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں، اب اگر تجھے اُس ہدایت کی طرف سے کچھ بھی شک ہو جو ہم نے تجھ پر نازل کی ہے تو اُن لوگوں سے پوچھ لے جو پہلے سے کتاب پڑھ رہے ہیں فی الواقع یہ تیرے پاس حق ہی آیا ہے تیرے رب کی طرف سے، لٰہذا تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور ان لوگوں میں نہ شامل ہو جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ہے، ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا

We settled the Children of Israel in a blessed land, and provided them with all manner of good things. They only disagreed among themselves after knowledge (of the truth had) come to them. Surely your Lord will judge between them on the Day of Resurrection concerning their disagreements. Now, if you are in doubt concerning what We have revealed to you, then ask those who have been reading the Book before you. It is the truth that has come to you from your Lord, so do never become one of those who doubt, or reject the signs of Allah as false, for then you shall be among those who will be in utter loss.

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٣﴾

مصر سے نکلنے کے بعد ارض فلسطین پہنچے کا ذکر

- بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے دین کے چلے آرہے تھے (حضرت یعقوب و اسحاقؑ کی نسل، دینِ ابراہیمی پر)۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر ان کے درمیان بھیجا کہ انہیں شریعت کا بھولا ہوا سبق بھی بتائیں اور انہیں سینکڑوں برس کی غلامی سے نجات بھی دلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام ان کو مصر سے ارض شام و اردن پہنچے
- اس کا ذکر اس سے پہلے سورۃ البقرہ میں آچکا کہ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر ارض شام واردن پہنچے سینا کی کھلی فضا میں، اللہ تعالیٰ نے وہاں ان کے لیے خصوصی انتظام کے تحت پانی اور رزق مہیا کیا۔ صحرائی تربیت کے ذریعہ ان کے اندر ایک نئی طاقتور نسل تیار کی۔ اس نسل نے حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد ایک عظیم ملک فتح کیا اور شام و اردن اور فلسطین جیسے سرسبز علاقہ میں بنی اسرائیل کی سلطنت قائم کی۔ جو کئی سو سال تک باقی رہی۔ (آیت کریمہ میں اِس تمکن کا ذکر ہے)
- اس احسان کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ بنی اسرائیل خدا کے فرماں بردار اور شکر گزار رہتے اور خدا کے دین کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بناتے۔ مگر واضح رہنمائی کے ہوتے ہوئے وہ اختلافات کا شکار ہو کر راہ سے بے راہ ہو گئے۔
- انھوں نے ایسا ناواقفیت کی بنیاد پر نہیں کیا تھا کہ ان کو حقیقت کا علم نہیں دیا گیا تھا، بلکہ یہ سب کچھ ان کے اپنے نفس کی شرارتوں کا نتیجہ تھا۔ خدا کی طرف سے تو انھیں واضح طور پر بتادیا گیا تھا کہ دینِ حق یہ ہے، یہ اس کے اصول ہیں، یہ اس کے تقاضے اور مطالبے ہیں، یہ کفر واسلام کے امتیازی حدود ہیں، طاعت اس کو کہتے ہیں، معصیت اس کا نام ہے، ان چیزوں کی بازپرس خدا کے ہاں ہونی ہے، اور یہ وہ قواعد ہیں جن پر دنیا میں تمہاری زندگی قائم ہونی چاہیے، مگر ان صاف صاف ہدایتوں کے باوجود انھوں نے ایک دین کے بیسیوں دین بنا ڈالے اور خدا کی دی ہوئی بنیادوں کو چھوڑ کر کچھ دوسری ہی بنیادوں پر اپنے مذہبی فرقوں کی عمارتیں کھڑی کرلیں۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے امتِ مسلمہ کی کہانی ہے)

فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ فَسۡـئَلِ الَّذِيۡنَ يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَ‌ ۚ لَقَدۡ جَآءَكَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۙ‏ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ‏ ﴿۹۵﴾

سورت کے اختتام کا مضمون (94-109) - مکذّبین پر عتاب

- یہاں خطاب بظاہر محمد رسول اللہ سے ہے ، لیکن اس بات کا تو قطعاً کوئی امکان نہیں کہ آپ کو اس میں کوئی شک ہوتا لہٰذا اصل میں روئے سخن اہل مکہ کی طرف ہے، یا یہ بھی کہ لفظ کُنْت کا مخاطب ہر انسان ہے
- یہ تبلیغ کا بہترین انداز ہے کہ دشمن کے بجائے اپنوں کو مخاطب کرکے کہا جائے کہ ہم نے تو تجربہ کرکے دیکھ لیا ہے اور بات صحیح ثابت ہوئی ہے۔ اب تم بھی تجربہ کرو شاید تم پر بھی حقیقت واضح ہو جائے۔ کسی بات کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرنا ہو یا اس پر وارد ہونے والے شکوک و شبہات کو رد کرنا مقصود ہو تو یہ تعبیر اختیار کی جاتی ہے
- پہلے سے کتاب پڑھنے والوں سے مراد یہود ہیں کیونکہ وہ اس سے پہلے توراۃ اور زبور کے پڑھنے والے تھے توراۃ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اور درمیان میں متعدد آسمانی صحائف نازل ہوتے رہے ان کتابوں کو پڑھنے والا آہستہ آہستہ آسمانی کتابوں کا مزاج شناس ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس ، مجاہد اور ضحاک نے فرمایا کہ اہل کتاب سے مراد ہیں وہ اہل کتاب جو ایمان لے آئے تھے ، جیسے عبداللہ بن سلام اور آپ کے ساتھی۔ یعنی ایمان دار اہل کتاب سے پوچھ لیں، وہ شہادت دیں گے کہ جس کتاب (و رسول) کا وعدہ تورات و انجیل میں کیا گیا تھا، وہ یہی ہے۔ یہ قصص اور اصول احکام کی تعلیم سابق کتابوں کے موافق ہے۔
- آیت کریمہ میں درپردہ یہ تعلیم بھی ہے کہ اگر کسی کو دین کی صداقت میں کوئی شک و شبہ پیدا ہو جائے تو اس کو علماء حق کی طرف رجوع کرکے پوچھنا چاہیے

اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَۙ ﴿۹۶﴾ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَ لِيۡمَ ﴿۹۷﴾

اِنَّ الَّذِيۡنَ - بیشک وہ لوگ

حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ - سچ ہوا جن پر

حَقَّ يَحِقُّ ، حَقًّا - سچ ہونا

كَلِمَتُ رَبِّكَ - آپ کے رب کا فرمان

كَلِمَة - بات، بول، فرمان، فیصلہ ، قول، لفظ

كَلِمَتُ رَبِّکَ سے مراد دنیا کا مہلک عذاب ہے

لَا يُؤۡمِنُوۡنَ - وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے

وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ - اگرچہ آ جائیں ان کے پاس

كُلُّ اٰيَةٍ - ہر ایک نشانی

حَتّٰى يَرَوُا - یہاں تک کہ وہ دیکھیں

الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ - درد ناک عذاب کو

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

فَلَوْلَا كَانَتْ - پھر کیوں نہ ہوئی

لَوْلَا - استفہامیہ

قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ - کوئی بستی کہ ایمان لائی ہو

قَرْيَة - بستی، آبادی، شہر، قصبہ، گاؤں

ایسی بستی یا آبادی جس میں ضروریات زندگی فراہم ہوں

فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ - پھر نفع دیتا ان کو ان کا ایمان

اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ - سوائے یونس کی قوم کے

لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا - جب وہ ایمان لائے تو ہٹا دیا ہم نے

كَشَفَ يَكْشِفُ ، كَشْفًا - کھول دینا، ہٹا دینا، دور کرنا

عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ - ان سے ذلت آمیز عذاب

خِزْي - رسوائی، بدنامی، شرمندگی، عار، ذلت

فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - دنیا کی زندگی میں

وَ مَتَّعْنٰهُمْ - اور ہم نے بہرہ مند ہونے کا موقع دیا ان کو

مَتَّعَ يُمَتِّعُ ، تَمْتِيْعًا - فائدہ دینا (II)

اِلٰى حِيْنٍ - ایک مدّت تک

حِيْن - ایک وقت، ایک مدت

بَيْنَ الْحِيْنِ و الْحِيْن - وقتًا فوقتًا

اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَۙ ﴿٩٦﴾ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ
اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿٩٨﴾

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں پر تیرے رب کا قول راست آگیا ہے ان کے سامنے خواہ کوئی نشانی آ جائے وہ کبھی ایمان لا کر نہیں دیتے جب تک کہ دردناک عذاب سامنے آتا نہ دیکھ لیں،
پھر کیا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوا ہو؟ یونسؑ کی قوم کے سوا (اس کی کوئی نظیر نہیں) وہ قوم جب ایمان لے آئی تھی تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دے دیا تھا

Surely those against whom the word of your Lord has been fulfilled will not believed even if they witness every single sign that might come to them until they are face to face with the painful chastisement,
Did it ever happen that the people of a town believed on seeing God's chastisement and its believing profited them? (There is no such instance) except of the people of Yunus. When they believed We granted them reprieve from humiliating chastisement in this world, and We let them enjoy themselves for a while.

محمد اقبال

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَۙ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

ایک سنت الٰہی

- اللہ کی اس سنت کا تذکرہ قرآن مجید میں متعدد بار ہوا ہے (اس سورت کی آیت ۳۳ میں بھی یہ آچکا ہے... كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ) کہ جو لوگ حق واضح ہونے کے باوجود اندھے بہرے بنے رہتے ہیں اپنے دلوں پر ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی کے قفل چڑھائے اور جو دنیا کے عشق میں مدہوش اور عاقبت سے بے فکر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کردیا کرتا ہے جس کے بعد ان کو ایمان کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔
- کسی کو حق کو لینے کے لیے آدمی کو کچھ دینا پڑتا ہے اور اسی دینے کے لیے آدمی تیار نہیں ہوتا۔ اس کی خاطر آدمی کو دوسرے کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا کرنا پڑتا ہے۔ اپنے مفاد کو خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے۔ اپنی رائے اور اپنے وقار کو کھونا پڑتا ہے۔ یہ اندیشے آدمی کے لیے قبول حق میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ جس چیز کا جواب اس کو قبولیت اور اعتراف سے دینا چاہیے تھا اس کا جواب وہ انکار اور مخالفت سے دینے لگتا ہے۔
- انسان ایک بار جس رخ پر چل پڑے اسی رخ پر اس کا پورا ذہن چلنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بار حق سے انحراف کرنے کے بعد بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آدمی دوبارہ حق کی طرف لوٹے۔ کیونکہ ہر آنے والے دن وہ اپنے فکر میں پختہ تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ حق کی طرف واپس جائے۔
- ایسے لوگوں کی آنکھیں کسی معجزے سے بھی نہیں کھلتیں خواہ انہیں کتنے ہی معجزے دکھا دیے جائیں۔ ایسے لوگ صرف اس عذاب کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں جو ان کا فیصلہ کر دینے کے لیے اللہ تعالیٰ ان پر نازل فرماتا ہے۔ لیکن عذاب کو دیکھ کر جو ایمان لایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر نہیں۔

فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ ۚ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۹۸﴾

قومِ یونسؑ کے تذکرے کی حکمت

- یہاں نبی اکرم ﷺ کو یونس علیہ السلام کے تذکرے کے حوالے سے تسلی دی گئی کہ آپؐ یہ خیال نہ کریں کہ جو لوگ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں اگر ان کو ان کے حسب منشا کوئی نشانی دکھا دی جائے تو یہ مومن بن جائیں گے۔ جو لوگ خدا کے قانون کی زد میں آئے ہوئے ہوں ان کو دنیا جہان کی نشانیاں دکھا دیں پھر بھی وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں - تاریخ میں صرف ایک مثال قوم یونس کی موجود ہے کہ وہ عذاب کے کنارے پہنچتے پہنچتے سنبھل گئی اور اس کے ایمان سے اس کو نفع پہنچا
- اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا ایمان لانا بہت محبوب ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنے ضمیر اور ارادے کی آزادی اور آفاق وانفس کی نشانیاں دیکھ کر ایمان لائیں۔ اس معاملے میں نہ وہ جبر کو پسند کرتا ہے اور نہ لوگوں کے مطالبہ معجزات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے
- حضرت یونس علیہ السلام عراق کے ایک قدیم شہر نینوی میں بھیجے گئے نینویٰ شہر موصل کے علاقے کا ایک بڑا شہر تھا، توراۃ میں ان کا نام " یوناہ Jonah- " لیا گیا ہے ان کا زمانہ ہے آٹھویں صدی قبل مسیح کے وسط کا زمانہ ہے انہوں نے وہاں تبلیغ کی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے آخر حضرت یونس نے پیغمبروں کی سنت کے مطابق ہجرت کی (لیکن ان کو ابھی تک شہر چھوڑنے کا حکم اللہ کی طرف سے نہیں ملا تھا)- اس پر قوم یونس کی بستی کے لوگ اپنے بچوں، عورتوں اور مال مویشی کو لے کر باہر نکل آئے اور اللہ کے حضور گڑگڑا کر توبہ کی۔ اللہ کے قانون کے مطابق تو عذاب کے آثار ظاہر ہو جانے کے بعد نہ ایمان فائدہ مند ہوتا ہے اور نہ توبہ قبول کی جاتی ہے ، مگر حضرت یونسؑ کے وقت سے پہلے ہجرت کر جانے کی وجہ سے اس قوم کے معاملے میں نرمی اختیار کی گئی اور ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے ان پر سے عذاب کو ٹال دیا گیا۔ یوں انسانی تاریخ میں ایک استثناء (exception) قائم ہوا - پھر ایک خاص مدت تک کے لیے انہیں مہلت دے دی گئی جب تک انہوں نے سرکشی نہیں کی

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۹۹

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ - اور اگر چاہتا تیرا رب

شَاءَ يَشَاءُ ، مَشِيئَةً - چاہنا

لَاٰمَنَ - تو ضرور ایمان لے آتے

مَنْ فِى الْاَرْضِ - جو بھی ہیں زمین میں

كُلُّهُمْ جَمِيْعًا - سب کے سب

اَفَاَنْتَ - تو کیا آپ

أَ - استفہامیہ (استفہامِ انکاری) [بعد والی بات کی نفی مراد ہے]

تُكْرِهُ النَّاسَ - زبردستی کریں گے لوگوں سے

أَكْرَهَ يُكْرِهُ ، إِكْرَاهًا - مجبور کرنا، زبردستی کرنا (IV)

كَرِهَ يَكْرَهُ ، كَرْهًا و كَرَاهَةً و كَرَاهِيَةً - ناپسند کرنا

حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ - یہاں تک کہ وہ ہو جائیں ایمان لانے والے

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ - اور نہیں ہے (اختیار) کسی جان کے لیے

اَنْ تُؤْمِنَ - کہ ایمان لائے

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ - بغیر اللہ کی اجازت کے

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ - اور وہ ڈالتا ہے گندگی کو

عَلَى الَّذِيْنَ - ان لوگوں پر جو

لَا يَعْقِلُوْنَ - عقل نہیں کرتے

رِجْس - گندگی، نجاست، ناپاک چیز
(یہاں ہدایت سے محرومی مراد ہے)

(حق و باطل میں امتیاز نہیں کرتے)

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾
وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن و فرمانبردار ہی ہوں) تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟
کوئی متنفس اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا، اور اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے

Had your Lord so willed, all those who are on the earth would have believed. Will you, then, force people into believing?
No one can believe except by Allah's leave, and Allah lays abomination on those who do not use their understanding and conduct.

محمد اقبال

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾

جبری ایمان نہ مطلوب ہے نہ مفید

- قرآن نے جابجا یہ حقیقت واضح کی ہے کہ انسانی طبیعت و استعداد کا اختلاف فطری ہے اور خدا کی مشیت یہی ہوئی کہ یہ اختلاف ظہور میں آئے، اگر وہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی طرح کی طبیعت ایک ہی طرح کی استعداد ایک ہی طرح کی فکری و عملی حالت پر مجبور کر دیتا مگر اس نے ایسا نہیں چاہا۔ اس کی حکمت کا یہی فیصلہ ہوا کہ انسان میں ہر طرح کی حالت پیدا کرنے کی استعداد ہو اور ہر طرح کی راہ اس کے آگے کھول دی جائے۔
- اسی اختلاف فکر و عمل نے ہدایت و سعادت اور ضلالت و شقاوت کی وہ کشمکش پیدا کر دی جسے قرآن آزمائش حیات سے تعبیر کرتا ہے کہ (لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا) وہ تمہیں کشمکش حیات کی آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ کھل جائے تم میں کون ہے جس کے اعمال سب سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں، کیونکہ اس کشمکش میں کامیاب وہی ہو گا جو اپنے عمل میں احسن و انفع ہو گا
- یہ مضمون سورۃ الانعام میں بڑے شد و مد کے ساتھ آ چکا ہے، حضورؐ کی شدید خواہش تھی کہ یہ سب لوگ ایمان لے آئیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہمارا اپنا قانون ہے اور وہ یہ کہ جو حق کا طالب ہو گا اسے حق مل جائے گا اور جو تعصب ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے گا اسے ہدایت نصیب نہیں ہو گی۔ اگر لوگوں کو مسلمان بنانا ہی مقصود ہوتا تو اللہ کے لیے مشکل نہ تھا لیکن انسانوں کو اس نے پیدا ہی امتحان کے لیے کیا ہے۔
- لہٰذا اے نبی ﷺ آپ اس معاملے میں اپنا فرض ادا کرتے جائیں، کوئی ایمان لائے یا نہ لائے اس کی پروا نہ کریں، کسی کو ہدایت دینے یا نہ دینے کا معاملہ ہم سے متعلق ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ایک حقیقتِ امر - ایک سنتِ الٰہی - ایک تسلی و تشفی

- آیت کریمہ میں دائمی اور آفاقی حقیقت بتائی گئی کہ جس طرح تمام نعمتیں تنہا اللہ کے اختیار میں ہیں اور کوئی شخص کسی نعمت کو بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہ خود حاصل کرسکتا ہے نہ کسی دوسرے شخص کو بخش سکتا ہے، اسی طرح یہ نعمت بھی کہ کوئی شخص صاحب ایمان ہو اور راہ راست کی طرف ہدایت پائے اللہ کے اذن پر منحصر ہے۔ کوئی شخص نہ اس نعمت کو اذن الٰہی کے بغیر خود پاسکتا ہے، اور نہ کسی انسان کے اختیار میں یہ ہے کہ جس کو چاہے یہ نعمت عطا کر دے
- ہدایت و ضلالت کے ضمن میں یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ کسی کے ایمان وہدایت کی راہ میں اصلا رکاوٹ حق تعالیٰ کی طرف سے ہر گز نہیں ہوتی صرف انسان کی اپنی کج نظری اور بد نفسی کی طرف سے ہوتی ہے۔ جسے کفر و شرک کی رجس (گندگی) کہا گیا ہے فہم و عقل کی خداداد قوتوں کو ناکارہ بنادیتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے لیے انہیں استعمال نہیں کرتے
- اس حقیقت اور اللہ کی سنت کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ دعوت کا کام کیے جائیں، لیکن کسی کے ایمان نہ لانے پر پریشان نہ ہوا کیجیے، رسوائی اور ذلت تو ان لوگوں کے لیے لکھ دی گئی ہے جو اللہ کے بھیجے گئے دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں اور حق و باطل کی تمیز سے محروم ہیں

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه.

اضافی مواد

Reference Material

حضرت یونس علیہ السلام

- حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر قرآنِ مجید میں سورۃ نساء، سورۃ انعام، سورۃ یونس اور سورۃ الصافات میں نام کے ساتھ آیا ہے اور سورۃ انبیاء میں "صاحب الحوت" اور سورۃ القلم میں " ذوالنون " کے لقب سے
- قرآنِ مجید میں حضرت یونس (علیہ السلام) کی حیات طیبہ کے صرف اسی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے جو ان کی پیغمبرانہ زندگی سے وابستہ ہے اور جس میں رشد و ہدایت کے مختلف گوشے دعوت بصیرت سے متعلق ہیں
- ایک حدیث مبارکہ میں آپ کو یونس بن متیٰ کے نام سے یاد کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد کا نام متیٰ تھا (انجیل کی کتب میں آپ کا نام یوناہ بن امتی ہے جو عربی اور عبرانی زبانوں کی لفظی تعبیر کا فرق ہے)
- [عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيهِ - کسی بندہ کو یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں اور آپ ﷺ نے انھیں ان کے باپ کی طرف منسوب کیا]
- بائیبل میں آپ کا نام " یوناہ (Jonah) " آیا ہے، جن کا زمانہ سن 784 سے سن 860ء قبل مسیح کے درمیان کا ہے
- آپ بنی اسرائیل میں سے تھے لیکن آپ کو اشور (Assyria) والوں کی ہدایت کے لیے عراق بھیجا گیا تھا اور اسی بنا پر اشوریوں کو یہاں قوم یونس کہا گیا ہے ,اس قوم کا مرکز اس زمانہ میں نینوی (Nineveh) کا مشہور شہر تھا جس کے وسیع کھنڈرات آج تک دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر موجودہ موصل کے عین مقابل پائے جاتے ہیں
- جس زمانہ میں یونسؑ نینویٰ کے باشندوں کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے وہ زمانہ آشوری حکومت کے عروج کا زمانہ تھا مگر ان کا طرز حکومت قبائلی تھا اور ہر ایک قبیلے کا جداجدا حکمران یا بادشاہ ہوتا تھا اور نینویٰ ان قبائلی حکومتوں کے مرکز کی حیثیت رکھتا تھا

حضرت یونس علیہ السلام

Ancient Assyrian heartland in the 7th century BC
Map - Wikipedia

حضرت یونس علیہ السلام

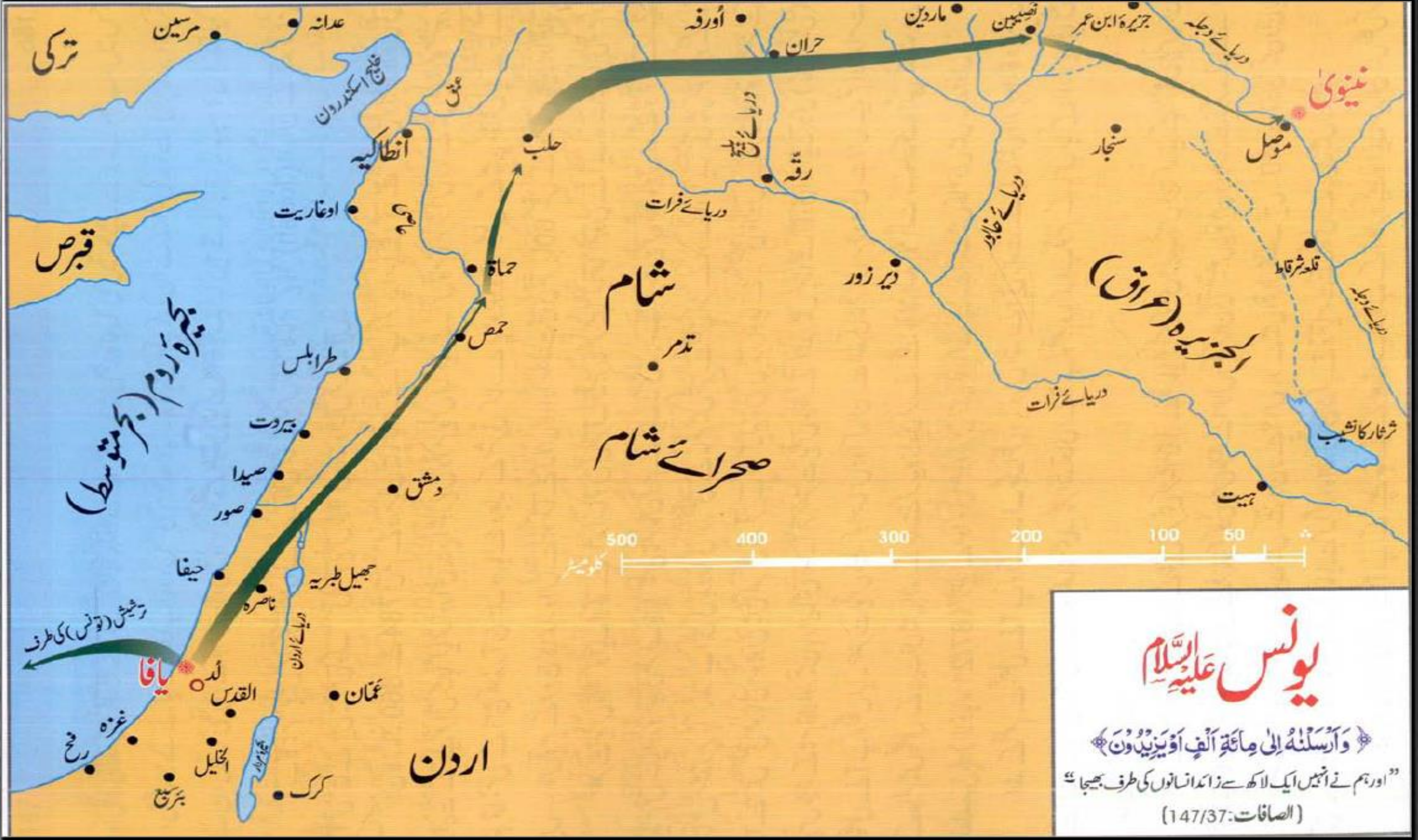

حضرت یونس علیہ السلام

- تفسیری مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعوت کے مقابلے میں آپ کی قوم انکار پر اڑی رہی۔ جب آخری حجت کے بعد ان لوگوں پر عذاب کا فیصلہ ہوگیا تو حضرت یونسؑ انھیں چھوڑ کر چلے گئے اور جاتے جاتے انھیں یہ خبر دے گئے کہ اب تین دن کے اندر اندر تم پر عذاب آجائے گا، جبکہ اللہ کی طرف سے آپ کو قوم کو چھوڑ کر جانے کی ابھی باضابطہ طور پر اجازت نہیں دی گئی تھی

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ 21/87 یاد کرو جبکہ وہ مچھلی والا (حضرت یونس علیہ السلام) بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے

- تیسرے دن جب عذاب کے آثار نمودار ہوئے یونس (علیہ السلام) کی قوم نے اجتماعی طور پر توبہ کی اور عذاب آنے سے قبل ہی علی الاعلان ایمان قبول کرلیا اور یوں آپ کی قوم کا یہ استثنا ان آیات میں مذکور ہے کہ عذاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد کسی قوم کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہوا سوائے قومِ یونسؑ کے

- امام رازی اور امام قرطبی رحمہما اللہ کے نزدیک قوم یونس علیہ السلام پر حقیقی عذاب آگیا ہوتا تو کبھی نہ ٹلتا اور نہ توبہ قبول ہوتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ (۸۴) فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (۸۵) جب وہ ہمارا عذاب دیکھتے تو کہتے ہم خدائے یکتا پر ایمان لاتے ہیں اور جن (جھوٹے خداؤں کو) ہم اللہ کے ساتھ ملاتے تھے ان سے انکار کرتے ہیں، مگر ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کا ایمان انھیں فائدہ نہیں دیتا تھا، اللہ یہی سنت اس کے بندوں میں اس سے پہلے جاری رہی ہے (سورۃ غافر/مومن)

- یہی فرق ہے قوم یونس کی توبہ قبول ہونے اور فرعون کی توبہ نہ قبول ہونے میں، کے فرعون پر عذاب اتر آیا تھا اور ڈوب رہا تھا تب وہ ایمان لایا اور تائب ہوا تو اس کی توبہ نہ مانی گئی اور قوم یونس عذاب کے ابتدائی آثار دیکھتے ہی ایمان لے آئی اس لئے عذاب ٹل گی

حضرت یونس علیہ السلام

- حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر بستی سے نکل آئے۔ دریا کے کنارے مسافروں سے بھری کشتی روانگی کے لیے تیّار کھڑی تھی۔ آپ بھی اس میں سوار ہو گئے۔
- کشتی ابھی کچھ دُور ہی گئی تھی کہ طوفانی ہوائیں چلنے لگیں، کشتی ڈگمگانے لگی اور اس کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ کشتی کے ملّاحوں نے اپنے عقیدے کے مطابق کہا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آقا سے بھاگا ہوا کوئی غلام کشتی میں سوار ہو گیا ہے۔ جب تک اسے نکالا نہیں جائے گا اس مصیبت سے نجات نہیں ملے گی۔
- یونس علیہ السّلام نے کشتی والوں سے فرمایا، "میں ہوں وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہے۔ مجھے کشتی سے نیچے پھینک دو۔" لیکن انہوں نے آپ کو کشتی سے نیچے پھینکنے سے انکار کر دیا۔ اور یہ طے پایا کہ قرعہ ڈالا جائے اور جس کا نام نکلے اُسے کشتی سے نکال دیا جائے گا۔ قرعہ اندازی ہوئی۔ جس میں حضرت یونس علیہ السّلام کے نام ہی کا قرعہ نکلا
- إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ (١٤٠) فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ (١٤١) فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ (١٤٢) - " اور یقیناً یونس بھی رسولوں میں سے تھا یاد کرو جب وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ نکلا پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور نکلا خطا وار پھر مچھلی نے اسے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔" سورة الصافات
- حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں اپنی بھول کا احساس ہوا اور آپ اپنی بھول پر نادم اور شرمسار ہوئے، اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے معافی طلب کی رحیم و کریم ہستی اللہ نے دعا قبول کی اور آپ کو اس تکلیف سے نجات عطا کی

فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ٨٧ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ٨٨ ۔ (الأنبياء)

واقعۂ قومِ یونس علیہ السلام - رموز و اسباق

- دعوتِ حق کے راستے میں ناکامیوں سے دلبرداشتہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔
- اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور تمام مخلوق سے سب سے زیادہ محبّت اور شفقت فرمانے والا ہے۔ اور اِن کی بڑی سے بڑی نافرمانیوں کو دل سے توبہ اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے سچے وعدے پر معاف فرمادیتا ہے۔
- مشکلات میں صبر سے کام لینا چاہیے (فَٱصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ ٱلْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ - القلم: ۴۸
پس (اے نبی ﷺ !) اپنے ربّ کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہو جاو۔ جب اُس نے پکارا تھا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔
کسی مشکل یا پریشانی کی حالت میں اللہ کی طرف رجوع اور سچے دل سے توبہ مشکل سے نجات کا باعث بنتی ہے
- قوموں کی نافرمانی کی صورت میں اجتماعی توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ ہی کارآمد ہوتا ہے
- عجلت اور غضب ناکی دینی حمیت میں بھی کوئی مستحسن چیز نہیں ـ وقتِ موعود سے پہلے ملاقات کے لیے پہنچنے پر موسیٰ علیہ السلام کا مواخذہ اور وقتِ موعود سے پہلے بستی چھوڑنے پر یونس علیہ السلام کو سرزنش کی گئ
- یہ ملامت و سرزنش کسی کبیرہ یا صغیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ اس کا سبب صرف ترکِ اولیٰ تھا، جو ان سے سرزد ہوا
- اللہ تعالیٰ پر ایمان اور گناہ سے توبہ، آثار و برکات کے علاوہ، دنیا کی ظاہری نعمتوں کا رخ بھی انسان کی طرف موڑ دیتی ہے، خوشحالی آتی ہے اور زندگی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا سبب بنتی ہے